فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آغاز و انجام ہر مطلب کا اُسی کے نام پاک سے ہے جس کے بسط فیض دریاے ذخار وجود ذاتی سے گلشن موجودات کی سرسبزی اور شادابی اور قبض افاضہ سے اُس کی بے رونقی و بربادی ہے - اُسی کی ہستی ایک چمن سدا بہار بیخزاں ہے - اُسی کا وجود دریاے ذخار بے جزر و مد بیکراں ہے - اللہ اللہ اُس کی ذات پاک کیا بحر مواج ہستی و حیات ہے کہ بیشمار خس و خاشاک نیستی اُسکے تعلق بے کیفی سے روح و رواں ہو کر نسیم روح خیز و نکہت جاں بیز ہوگئے - اُسی دریاے ہستی کی تموّج سے بیشمار حباب اعیان ثابتہ نمود و شہود پا کر دم زن انا الوجود بنے - اللہ اللہ یہ زمین و آسمان و جملہ کون و مکان ایک بلبلہ ہے اُس کے دریاے ناپیدا کنار ہستی بر قرار سے یا ایک رشحہ ہے اُسکی قلم بدایع رقم غرایب نگار سے - اُسکے حمد و ثنا کے جو جو طراز بدیع و نقوش زیبا صفحۂ عالم پر آجتک نمایاں ہوئے یا ہونے والے ہیں جملہ اُسی ذات ازلی و ابدی کو

سزاوار ہیں جسکے سہارے سے ہر چیز قایم ہے اور ہر موجود کا اُسی ذات
قیوم پر مدار ہے جو اپنی ذات سے آپ مستقل و دایم ہے۔ اُسکا ہر کمال
لازوال ہے اور عیب و نقص کا اُسکی ذات میں ہونا سب محالوں
سے بدتر محال ہے۔ اور ہزار ہا رحمت باری ہو اُن عارفان جمال ذاتی و
صفاتی کی نفوس قدسیہ و ارواح مزکیہ پر جنکی بدولت عقل نارسائے اہل دُنیا
کو عقاید حقہ کی طرف رہبری ہوئی۔ بالخصوص اُس قدسی ذات فیض آیات
پر جو افضل ترین اہل عرفان ہوا۔ اور اُسکی آل و اصحاب پر جو اُس کی
فیض صحبت سے ممتاز ہوئے۔

من بعد ناچیز عبد العزیز برادران اہل اسلام کی خدمت میں عرض
پرداز ہے کہ اِس زمانہ آزادمنشی میں اکثر نو تعلیم یافتہ مرض الحاد میں گرفتار
ہو رہے ہیں یا گرفتار ہونے کو تیار ہیں اور علم دین سے ناواقف ہونیکی
وجہ سے اُن کے عقائد میں اسقدر فتور آگیا ہے کہ وہ نہ صرف رسالت و معاد
کے منکر ہیں بلکہ اللہ جل شانہٗ کے وجود کا بھی انکار کرتے ہیں۔ مجھ کو جہانتک
اُنکے دلائل انکار وجود باریتعالیٰ و دیگر شبہات کے علم حاصل ہونے کا موقعہ
ملا ہے وہ نہایت کمزور و رکیک معلوم ہوتے ہیں اور اس قسم کے نہیں کہ
اُن پر بھروسہ کرکے انسان اپنے تئیں ایسے خطرہ میں ڈالدے جو انکار صانع
حقیقی سے پیش آنیوالا ہے۔ ایسی حالت میں اگر وہ لوگ جنکو خدا تعالیٰ
نے اسقدر استعداد علمی بخشی ہے کہ وہ دلایل و شبہات ملاحدہ یا متشککین کا
جواب شافی دے سکتے ہیں چُپ چاپ بیٹھے رہیں اور فتور اعتقاد خلقت کا

کچھ علاج نہ کریں تو وہ اپنے فرض کی انجام دہی میں قصور وار ہے۔ اور خدا کے حضور میں بیشک گنہگار ٹھیر یگا۔ اگرچہ یہ کام ایسا عظیم بالشان ہے کہ اسکی طرف محققت لایق ترین اشخاص کو متوجہ ہونا ضرور تھا۔ الا کچھ تو اس افسوسناک وجہ سے کہ ہمارے علماء کو بباعث عدم واقفیت شبہات ملاحدۂ زمانۂ حال اس کام کی طرف توجہ کرنے کی کافی ضرورت معلوم نہیں ہوتی اور کچھ اس خیال سے بھی کہ میرا ذخیرہ علمی خواہ کیسا ہی ناچیز کیوں نہ ہو اسکو بقدر طاقت رسائی عکر خود استعمال میں لانا میرا فرض ہے میں نے اس کام کو شروع کیا ہے۔

میرے نزدیک دین اسلام کے کل عقاید علمیہ و عملیہ فطری ہیں اور بدلالت فطرت انسانی انکا ظہور ہر ایک انسان کے خیال و شعور میں ہے لیکن یہ فطرت صافی بخارات ہوا ے نفسانی و تعصبات سے عموماً مکدر اور بعض اوقات بالکل معدوم ہو جاتی ہے۔ امید ہے کہ جو فطرت مردہ نہیں ہے وہ اس پکار سے جاگ اٹھے۔

یہاں یہ بیان کرنا بھی ضرور ہے کہ اس کتاب کی تحریر کے باعث میرے ایک دوست مخلص ہوئے ہیں جنکو خدا تعالیٰ نے نہ صرف قدردانی علم و علماء کا بے انتہا شوق دیا ہے بلکہ منصب علمی و مرتبہ فہم و دانش میں مقتدر و ممتاز کیا ہے۔ مضامین کی ترتیب کمی و بیشی اور عبارت کی بندش انہیں کی راے پر چھوڑی گئی ہے۔ گویا احقر کی طرف اس مسودہ کا مادہ منسوب ہے جسکی صورتگری و نقش پیرائی سب انہیں کے ذہن صفا پرور

سے ہوئی ہے ٭

اس کتاب میں جو عقائد دلایل عقلی سے ثابت کرنے منظور ہیں وہ یہ ہیں

اوّل۔ اثبات صانع جلّ شانہ۔

دوم۔ اثبات روح مجردہ مکلّفہ انسانی

سوم۔ اثبات نبوّت۔

چہارم۔ اثبات معاد وکیفیت جزا وسزا۔

ثبوت واجب الوجود

جملہ دلائل اثبات صانع کا جو منجانب اہل مذاہب بیان کی جاتی ہیں۔ مدار صرف اس مسئلہ پر ہے کہ ہر حادث کے لئے قدیم کی ضرورت ہے۔ اسی مسئلہ کو کبھی یوں بیان کیا جاتا ہے کہ ہر معلول یا مسبّب کے لئے علت یا سبب کا ہونا یا ہر موجود عارضی کے لئے موجود اصلی یا حقیقی کا ہونا ضروری ہے اس مقدمہ کلّیہ کو قایم کرکے اور اُس کے ساتھ یہ امر مسلم مانکر کہ عالم حادث ہے یا معلول یا مسبب ہے یا اُسکا وجود عارضی ہے یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ اس عالم کے لئے ایک صانع قدیم ہے جو علۃ العلل تمام کائنات کا ہے اور وہ ہی موجود حقیقی ہے اور سب موجودات کا وجود اُسی سے مستفاد ہوا ہے ٭

مگر اہل ادیان کے مقابلہ میں ایک اَور گروہ اس بات کا قایل ہے کہ

اعتراض منکرین صانع

کُل عالم کی ترکیب چند بسایط عنصریہ سے ہے جنکی تعداد اس زمانہ میں قریب ۶۵ کے بیان کیجاتی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ان بسایط عنصریہ کے

مختلف ترکیبات سے جو مرکبات تامہ یا ناقصہ بنے ہیں وہ باعتبار اپنی ترکیب کے ضرور حادث ہیں۔ الّا بسایط عنصریہ جو مادۃ المواد عالم ہے بذات خود حادث نہیں ہیں بلکہ قدیم ہیں کیونکہ اُن بسایط کی نسبت عدم سابق و عدم لاحق کا جن پر بنیاد حدوث ہے کوئی ثبوت نہیں پایا جاتا ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ یہ ہی بسایط محتاج الیہا اصلی موجودات مرکبہ فرضیہ عالم کے ہیں۔ کیونکہ جب بذریعہ عمل کیمیاوی یا بہ تقاضائے طبعی موجودات عالم میں سے کسی شے کے اجزاء کی تحلیل عمل میں آتی ہے تو اُس میں سے یہ ہی چند بسایط نکلتے ہیں۔ پس یہ ہی چند عناصر بظاہر موجود اصلی و محتاج الیہ تمام عالم کے ہیں نہ کوئی شے ماسواء اِن کے ؀

بعض حکماء فلاسفہ کا یہ مذہب ہے کہ ان عناصر میں سے قدیم چیز ایک ہی مادہ عنصری ہے اور بوجہ استعدادات مختلفہ اُن پر عناصر بسیط یا مرکبات نباتی و حیوانی کی صورتیں وارد ہوتی ہیں۔ حکماء زمانہ حال نے انہیں عناصر کو مادۃ المواد اجرام علویہ بھی قرار دیا ہے ؀

وہ کہتے ہیں کہ ممکن ہے کہ اجرام علویہ کا مادہ ان عناصر سے علیحدہ ہو اور وہ ہی مادۃ المواد تمام عالم کا ہو مگر اس میں شک نہیں کہ اگر کسی موجود اصلی یا واجب الوجود کا تسلیم کرنا اس لحاظ سے ضروری ہے کہ وہ محتاج الیہ جملہ موجودات عالم ہے اور عالم میں علامات احتیاج پائی جاتی ہیں تو وہ ایسی شے ہوگا جس سے درحقیقت تمام عالم کا بنا ہے نہ ایسی وہمی و فرضی شے جسکو بلحاظ اُن تنزیہات کے جو اہل مذہب بیان کرتے ہیں کہ نہ وہ جوہر ہے۔ نہ عرض

نہ مادہ ہے۔ نہ کسی خاص مکان مین ہے۔ نہ کسی خاص زمان مین اور غیر متناہی ہے۔ منزہ محض یا معدوم محض سمجھنا چاہئے۔ ایسی ہستی موہوم سے قطع نظر اسلئے کہ اُسکے ثبوت کے لئے کافی دلایل نہیں ہیں۔ مرکبات عنصریہ عالم کا جن سے اُسکو عدم مجانست کلی ہے کسی طرح صادر ہونا ممکن نہیں ہے

یہ اعتراض ہے جسکا جواب دینا ہر اہل مذہب کا فرض ہے۔ ظاہر ہے کہ اس اعتراض کے جواب کے لئے دو امور ثابت کرنے ضرور ہیں۔ اول یہ کہ ایک ذات واجب الوجود کا تسلیم کرنا ضرور ہے۔ دوم یہ کہ مادہ عالم واجب الوجود نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ضرور ہے کہ واجب الوجود ماورائے اس عالم کے ہو ؛

ثبوت واجب الوجود

کوئی موجود شے دو احتمالات سے خالی نہیں ہوسکتی۔ احتمال اول یہ ہے کہ اُس شے کا وجود اپنے تقاضائے ذات سے بدون کسی واسطہ غیر کے ہوا ہو اور ضروری الثبوت ہو یعنی اُس پر نہ ہونا ہرگز کسی احتمال سے تجویز نہ ہوسکے۔ ایسی شے کو واجب الوجود کہتے ہیں۔ احتمال دوم یہ ہے کہ اُسکا وجود تقاضائے ذاتی سے نہ ہو بلکہ بواسطہ غیر حاصل ہوا ہو اور اُس پر ہونا اور نہ ہونا دونو بدرجہ مساوی تجویز ہو سکے۔ ایسی شے کو ممکن الوجود کہتے ہیں ؛

یاد رکھنا چاہئے کہ موجودات میں سے جب کوئی موجود تسلیم کیا جائیگا تو واجب الوجود کا تسلیم کرنا امر لابدی ہوگا۔ کیونکہ وہ موجود اگر اُسی صفت اور شان کے ساتھ موصوف ہوگا جو واجب کے لئے مخصوص ہے تو صاف

ظاہر ہے کہ وہ ہی واجب ہوگا۔ لیکن اگر اُس صفت و شان کے ساتھ موصوف نہ ہوگا تو وہ ممکن ہوگا۔ اس صورت میں بھی واجب الوجود کا تسلیم کرنا لازم آتا ہے کیونکہ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ ممکنات کا سلسلہ واجب پر ختم نہ ہو۔ ورنہ ہر فرد ممکن کی نسبت کسی مرتبہ کا ہو یہ ہی سوال ہوگا کہ آخرش اُسکی حقیقت کس کی بنائی ہوئی ہے۔ اگر اُسکی علت کوئی اور ثابت ہوگی تو پھر اُسکی نسبت بھی وہ ہی سوال ہوگا۔ یہانتک کہ یہ سلسلہ کسی ایسی ذات پر منتہی ہو جہاں یہ سوال بند ہو اور وہ ذات اپنی حقیقت اور وجود میں مستقل بالذات ہو۔ یعنی کسی کا معلول نہ ہو بلکہ خود ہی علۃ اصلی ہو۔ ممکن کی تعریف ہی یہ ہے کہ اُسکا وجود تقاضائے ذات سے نہ ہو بلکہ کسی غیر کے واسطہ سے ہو۔

اگر کسی کے دل میں یہ شبہ پیدا ہو کہ اس سلسلہ ممکنات میں کسی علۃ واجبہ کا نکلنا ضرور نہیں ہے۔ بلکہ ہوسکتا ہے کہ علل ممکنہ کا سلسلہ لا الی النہایۃ چلا جائے۔ تو اس صورت میں ثبوت واجب نہ ہوسکیگا۔ تو اسکا ہم یہ جواب دیتے ہیں کہ سلسلہ علۃ و معلول غیر متناہی نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ سلسلہ غیر متناہی کے کل افراد بحیثیت مجموعی تین صورتوں سے خالی نہیں ہوسکتے اولاً وہ جملہ افراد غیر متناہیہ ممکن ہونگے۔ یا ثانیاً وہ جملہ افراد غیر متناہیہ واجب ہونگے۔ یا ثالثاً بعض افراد غیر متناہیہ واجب ہونگے اور بعض ممکن۔

سلسلہ علۃ و معلول غیر متناہی نہیں ہوسکتا۔

اگر پہلی صورت ہے یعنی اگر جملہ افراد غیر متناہیہ ممکن ہیں تو وہ مجموعہ بھی

بحیثیت مجموعی ممکن ہوگا۔ کیونکہ مجموعہ اور افراد میں ایسی مغایرت تامہ نہیں ہو سکتی کہ افراد کی حقیقت اَور ہو اور مجموعہ کی اَور ہو جائے۔ اگر کچھ مغایرت ہو سکتی ہے تو صرف اوصاف عرضیہ میں ہو سکتی ہے۔ پس جب جملہ افراد غیر متناہیہ کا سلسلہ ممکن ہوا تو بموجب تعریف ممکن ضرور ہے کہ اُس کا وجود بواسطہ غیر ہو۔ اب اگر وہ غیر واجب ہے تو ہو المراد۔ اگر وہ غیر ممکن ہے تو یہ خلاف مفروض ہے۔ کیونکہ مجموعہ مذکورہ بالا میں جملہ افراد غیر متناہیہ داخل کر لئے گئے تھے اور کوئی فرد خارج نہ رہا تھا ٭

دوسری صورت یعنی جملہ افراد غیر متناہیہ کا واجب ہونا محال ہے۔ کیونکہ یہ سلسلہ علتہ و معلول کا فرض کیا گیا ہے اور واجب معلول نہیں ہو سکتا۔

تیسری صورت میں بھی مدعا حاصل ہے۔ کیونکہ جب اُس سلسلہ میں واجب نکلا تو سلسلہ اُس پر ختم ہو جائیگا۔ اور غیر متناہی نہ رہیگا ٭

علاوہ ازیں یہ امر بھی قابل غور ہے کہ جہانتک ہمارا علم پہنچتا ہے

عدم تناہی سلسلہ علتہ و معلول سے ثبوت واجب الوجود میں کوئی مشکل پیش نہیں آتی

کوئی علتہ علتہ اصلی کسی شے کی نظر نہیں آتی۔ ہر علتہ جدیدہ کے دریافت ہونے پر یہ ہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ علتہ علتہ اصلی نہیں ہے۔ بلکہ علتہ اصلی کوئی اَور ہے۔ پس سلسلہ علتہ و معلول میں جسقدر علل ہیں وہ دراصل محض وسایط ہیں نہ اصلی علل۔ اب اگر یہ وسایط غیر متناہی ہوں مثلاً زید عمرو بکر کا سلسلہ آدم پر ختم نہ ہو بلکہ لاالی النہایۃ چلا جائے تو اس سے ثبوت واجب الوجود میں کوئی دقت پیدا نہیں ہو سکتی بلکہ اُسکے صرف یہ معنی ہونگے

کہ معلول اخیر اور علت اصلی کے درمیان وسایط غیر متناہیہ کا سلسلہ ہے۔ غرض کسی واجب الوجود کا تسلیم کرنا ہر شخص کو جو عقل سلیم رکھتا ہے خواہ وہ دہریہ ہو یا موحد لازم ہوگا۔ البتہ یہ امر بحث طلب ہوگا کہ آیا وہ واجب الوجود مادہ عالم ہی ہے یا کوئی شے ماورائے اس عالم کے ہے۔ اس امر کے فیصلہ کے لئے خواص واجب الوجود پر غور کرنا ضرور ہے۔

خواص واجب الوجود

خاصۂ عینیت وجود واجب الوجود

جبکہ واجب الوجود حسب تعریف مذکورۂ بالا موجود اصلی ہوا اور اُس کی حقیقت اپنے تقاضائے ذاتی سے ہوتی تو بیشک اُسکی حقیقت ایسی ہونی چاہئے جو کسی وجہ سے وجود اصلی سے مغایر نہ ہو✻ بلکہ عین وجود ہو اور شائبہ عدم کی اُسمیں آمیزش نہ ہو۔ درصورت مغایرت کے ذات واجب میں کچھ میل جول عدم خاص کا بھی ہوگا۔

✻ بغرض توضیح مزید ذیل میں چند دلایل بہ ثبوت اس امر کے بیان کی جاتی ہیں کہ وجود کا عین واجب ہونا ضرور ہے۔

دلیل اوّل۔ چونکہ موصوف ذاتی میں وصف ذاتی تقاضائے ذات سے ہوتا ہے اس لئے صفت و موصوف میں اتحاد ذاتی ہوتا ہے بخلاف وصف عرضی کے کہ وہ اور اُسکا موصوف دو امر متبائن ہوتے ہیں جن میں بوجہ تعلق وصف اتحاد عارضی پیدا ہوجاتا ہے۔ اگرچہ بصورت وصف ذاتی بھی صفت و موصوف میں درجہ وصف میں تفاوت ہونا ظاہر ہے لیکن چونکہ وصف ذاتی کا منشاء و مصدر خود ذات موصوف

جو نتیجہ وجود محدود کا ہے اور اسی قدر یعنی بقدر عدم یا تخصیص وجود مطلق کے کمالات مطلقہ لازمہ وجود مطلق میں بھی نقصان آئیگا۔ عدم سے کوئی اثر ظاہر نہیں ہوسکتا۔ عدم کا اثر یہی ہے کہ اُسکا کوئی اثر نہیں ہے۔ وجود کی تخصیص سے بھی ایک خاص عدم پیدا ہوتا ہے مثلاً یہ کہا جاتا ہے کہ زید ایک حقیقۃً خاصہ اور موجود خاص ہے یعنی وہ عمرو یا بکر یا فرس نہیں ہے۔

ہوتی ہے اسواسطے مرتبہ جوہر و ذات موصوف میں وصف و موصوف کو اتحاد ہوتا ہے۔ پس جس وصف کے مبائن وہ وصف ذاتی ہوگا موصوف ذاتی اُسکا بھی اُسکے مبائن ہوگا۔ مثلاً حرارت سردی کی منافی ہے۔ پس نار بھی جو حرارت کا موصوف ذاتی ہے سردی کی مبائن ہوگی۔ یعنی موصوف اصلی میں ایسی چیز سے ترکیب نہ ہوگی جو اصلی وصف کی مبائن ہو یا مثلاً حرارت منافی جسمیۃ یا جوہریۃ یا ہیولی یا صورت کی نہیں ہے اس واسطے اسکے موصوف (نار) میں ان اوصاف سے ترکیب ہونے کی گنجایش ہوگی مگر ایسی چیز سے ترکیب نہ ہوگی جسکو برودت لازم ہو۔ سوائے وجود کے اور تمام اوصاف لازمہ وجودیہ کا بہ نسبت اپنے موصوفات اصلیہ کے یہی حال اور یہی تقاضا ہوگا۔ کیونکہ اُنکے اوپر اور مفہوم عالی نکلیگا جو اُن پر صادق آئیگا۔ اس لئے انکو اُن مفہومات عالیہ سے منافاۃ نہ ہوگی بخلاف وجود کے۔ چونکہ اس مفہوم عالی پر کوئی اَور مفہوم نہیں جو اُس سے بالا ہو اور نہ کوئی امر وجود کے مساوی ہے۔ اس لئے وجود میں حقیقی بساطت ہوگی اور اُسکے موصوف اصلی میں بھی حقیقی بساطت ہوگی۔

دلیل دوم۔ اس امر کی کہ وجود واجب الوجود سے مغایر نہ ہوگا یہ ہے کہ جو مفہومات وجود کے مغایر ہونگے اُنکی حقیقت عند العقل جداگانہ ممتاز و متصور ہوسکے گی۔ اِلّا

سو یہاں بھی اگرچہ عدم محض نہیں ہے۔ مگر عدم کی شان کا ظہور ہے اسکے واسطے
ہر حصہ خاص وجود میں بقدر تخصیص کمالات وجود یہ منتفی ہوتے ہیں اور
بلحاظ خصوصیت دیگر صفات نقص پیدا ہوتے ہیں جنکا وجود اور حصول
موجود اصلی میں باعث عیب و نقص سمجھا جاتا ہے۔ یہ عدمی حالت بھی
بلا شبہ کسی شے میں تقاضائے ذاتی سے نہیں ہوتی۔ عدم کوئی چیز نہیں جو
وہ متقاضی ہو۔ بالخصوص واجب میں عدم کا تقاضا کب آسکتا ہے کہ
واجب کی ذات محض وجود کو مقتضی ہے پس لامحالہ یہ شان عدمی کسی
غیر کے تقاضے سے ہوگی۔ جس نے وجود خاص کو خاص اور محدود بنا دیا
ہے۔ پس یہ حالت واجب میں نہیں ہو سکتی اور وہ وجود سے ہرگز
مغایر نہیں ہو سکتا ورنہ یہ حالت عدمی ضرور اُس پر وارد ہوگی وھو باطل
الا ممکن میں یہ مغایرت ضروری ہے

تاوقتیکہ اُسکے ساتھ وجود کا لحاظ نہ ہوگا عقل اُسکے موجود ہونے پر حاکم نہ ہوگی۔ اور جو
مفہوم اپنے وجود نفس الامری میں کسی غیر کا محتاج ہوتا ہے وہ ممکن ہوتا ہے۔ پس مفہومات
مغایرہ وجود بھی ممکن ہونگے۔ اور ممکن واجب نہیں ہوتا۔

دلیل سوم۔ اگر وجود ماہیتہ واجب سے غیر ہوگا تو دو حال سے خالی نہیں یا وہ وجود
جزو ماہیتہ واجب ہوگا۔ یا وہ وجود امر خارج از ماہیتہ مذکورہ۔ در صورت جزئیتہ وجود دوسرا
جزو ماہیہ واجب غیر وجود ہوگا یعنی معدوم ہوگا اور وجود ہی ایک امر مستقل و واجب ہوگا۔
اگر وجود کو ایک امر خارج از ماہیت واجب مانا جاوے تو اسکے یہ معنی ہونگے کہ وجود واجب
کے لئے صفت نہیں ہے پس واجب معدوم ہوگا۔ وھٰذا خلفٌ۔

اس تقریر سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ کمالات وجودیہ یعنی حیات و علم و شعور
خاصہ ۲ کمالات وجودیہ وارادہ و قدرت و دیگر صفات کمالیہ جو انکی ترکیبی حالت
سے پیدا ہوتی ہیں آثار و کمالات وجود ہیں جسقدر وجود وسیع اور قوی ہوگا
اُسی قدر یہ کمالات بھی قوی ہونگے اسلئے واجب الوجود میں یہ صفات کمالیہ
اعلیٰ و اکمل و اتم درجے کے ہونگے +

منجملہ خواص واجبیہ وحدت ذاتی بھی ہے - وحدت کے معنی ایک تو یہ
خاصہ ۳- وحدت ہیں کہ واجب میں کسی طرح کی ترکیب نہ ہوگی بلکہ اُس میں
حقیقی بساطت ہونی چاہئے - دوسرے یہ معنی ہیں کہ واجب میں تعدد نہیں
ہو سکتا - یعنی سوائے ایک فرد کے دوسرا کوئی فرد واجب الوجود کے لئے ہونا
ممکن نہیں ہے - اصطلاحاً وحدت قسم اخیر کو توحید کہتے ہیں +

بساطت واجب کا بیان قبل ازیں ہوچکا ہے - مزید توضیح کے لئے کسیقدر
بساطت یہاں بھی لکھا جاتا ہے - واجب کا وجود پر مشتمل ہونا تو ضروری امر
ہے - ورنہ وہ معدوم ہوگا - پھر وجود اگر عارض ہے تو واجب کی ذات سے
اُسکا جدا ہونا ممکن ہوگا - اس صورت میں بھی واجب کا معدوم ہونا ممکن
ہوا - اور اگر وجود کو جزو مانا جاوے تو دوسرا جزو بالضرور وجود سے غیر ہوگا
کیونکہ ایک شے سے ترکیب متصور نہیں ہے - پس وہ امر غیر وجود محض عدم
تو ہو نہیں سکتا - عدم کوئی چیز نہیں جس سے ترکیب حقیقی ہو - البتہ وہ
ایک امر ممکن ہوگا جس کے لئے وجود عارضی ہوتا ہے - اس صورت میں
واجب کا ممکن سے مرکب ہونا لازم آیا حالانکہ ممکن خود واجب کا محتاج

ہوتا ہے۔ یہاں اُسکے برعکس ثبوا۔

تعدُّد حقیقی کی استحالہ کے بہت سے دلایل ہیں۔ از انجملہ یہاں دو دلیلیں

توحید | بیان کی جاتی ہیں۔ دلیل اول۔ اگر واجب الوجود کے دو فرد حقیقی ہونگے تو اُن دونو میں اتحاد حقیقت واجبیہ میں ہونا ضرور ہے ورنہ دو دونو واجب الوجود کے فرد نہ ہونگے۔ مگر یہ کلّی قاعدہ ہے کہ جو دو چیزیں کسی ایک امر میں متحد ہوتی ہیں تو اُن میں کوئی امر ما بہ الغیر بھی ہوتا ہے جو مقتضی تعدد و اثنینیۃ کا ہوتا ہے۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ اگر بجمیع الوجوہ اتحاد ہو تو تعدد دوئی نہ رہیگی۔ پس واجب الوجود کے افراد مفروضہ میں کوئی امر ما بہ الغیر ہوگا۔ اب اگر وہ باعث غیریت کوئی امر عارضی ہے جسکو واجب کی ذات میں کچھ دخل نہیں تو حقیقت واجب کا ایک امر عارضی و خارجی پر موقوف ہونا لازم آئیگا۔ پس واجب واجب نہ رہیگا۔ لیکن اگر وہ باعث غیریت کوئی امر ذاتی ہوگا تو خلاف مفروض لازم آویگا۔ کیونکہ حقیقت یا ذات ہر دو افراد کی متحد مانی گئی ہے۔ اگر حقیقۃ خاصہ ان دو افراد کی متباین سمجھا جائے اور واجب الوجود کا دونو میں بطور جنسیۃ اشتراک مانا جاوے تو بالضرور اُن دونو میں باعث غیریت ایک امر ذاتی بطور فصل کے ہونا چاہیئے۔ اس صورت میں دونو فرد مذکورہ دو نوع متباین کے فرد ہونگے اور دونو فرد میں ایک امر حقیقت واجبیہ سے مغایر موجود ہوگا جسکا استحالہ ثبوت بساطت واجب میں ظاہر کیا گیا ہے۔

دلیل دوم۔ ہر ایک شے اور ہر ایک حقیقت اپنے وجود میں دوسرے سے

ممتاز ہے یعنی جہانتک احاطہ یا محل یا حیز کسی کے وجود کا ہے دوسرے کو اُس میں گنجایش نہیں مثلاً جسقدر احاطہ زید کے وجود کا ہے اُسمیں عمرو بکر کا وجود نہیں آسکتا۔ ہر شے کا احاطہ مختلف ہے۔ حقیقۃ انسانیۃ کا ایک احاطہ ہے۔ حیوانیۃ کا احاطہ اُس سے بڑا ہے۔ جسمیۃ کا احاطہ اُس سے بھی بڑا ہے۔ وجود کا احاطہ سب سے زیادہ وسیع ہے۔ اُس سے بڑا کوئی احاطہ نہیں ہے۔ اس لئے وجود کا احاطہ غیر متناہی ہونا چاہئے۔ کیونکہ متناہی کے یہی معنی ہیں کہ کوئی حد اُسکو محیط ہو۔ اور ہر شے کی حد غیر شے سے ہوتی ہے۔ مثلاً جسم کی حد سطح ہے۔ سطح کی حد خط ہے۔ خط کی حد نقطہ ہے۔ جب کوئی شے وجود کے سوا نہ ہوئی تو وجود بلاشبہ بے حد ہوا اور یہ ثابت ہو چکا ہے کہ واجب الوجود بجمیع الوجوہ عین وجود ہوتا ہے۔ پس اس صورت میں واجب الوجود کی دوسری فرد کی وجود کی کہاں گنجایش ہو سکتی ہے*؟

پچھلی تقریر سے یہ بھی نتیجہ نکلتا ہے کہ ایک خاصہ واجب الوجود کا یہ بھی ہے کہ وہ غیر محدود ہو ورنہ وہ عین وجود نہ ہوگا بلکہ اُس میں عدم کو بھی کچھ دخل ہوگا۔ حالانکہ قبل ازیں ثابت ہو چکا ہے کہ واجب عین وجود

خاصہ ۴۔ عدم تناہی

* حاشیہ۔ اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ اندریں صورت لازم ہے کہ موجود ممکن احاطہ وجود میں نہ آئے کیونکہ جب واجب الوجود نے سب وجود کا احاطہ گھیر لیا تو اور کسی شے کے وجود کو کہاں گنجایش رہے گی۔ تو اس کا یہ جواب ہے کہ وجود ممکن متعارض وجود واجب نہیں ہے۔ بلکہ وجود ممکن پر تو یا ظل ہے وجود اصلی یا وجود واجب کا

ہوتا ہے - اور وجود کا احاطہ غیر متناہی ہوتا ہے ❖

منجملہ خواص واجبیہ قدیم ہونا بھی ہے - واجب الوجود کی ذات و صفات

خاصہ ۵ - قدم واجب الوجود

ہر دو کے لئے قدیم یعنی ازلی و ابدی ہونا ضرور ہے -
دلیل قدم ذات تو یہ ہے کہ اگر اُسکی ذات قدیم نہ ہوگی تو اُسکا وجود کسی زمانہ مخصوص میں حاصل ہوا ہوگا - اس صورت میں اُسکے لئے کوئی علۃ باعث وجود تسلیم کرنی لازم ہوگی - اور واجب الوجود اپنے وجود میں اُس علۃ کا محتاج ٹھیریگا - پس واجب، واجب نہ رہیگا - دلیل قدامت صفات کی یہ ہے کہ صدور و وجوب صفات واجب کی علۃ خود ذات واجب ہوتی ہے اور جب ذات قدیم ثابت ہوچکی تو اُسکے صفات بھی جو ذات کے ساتھ مرتبط رہتے ہیں قدیم ہونگے ❖

واجب الوجود میں یہ خاصہ سلبی بھی ہوتا ہے کہ اُس میں کسی طرح کا

خاصہ ۶ - عدم تغیر

تغیر ذاتی یا تغیر وصف اصلی ہونا ممکن نہیں ہے - ذاتی تغیر کا محال ہونا تو ظاہر ہے کہ جب اُسکا وجود تقاضاے ذاتی سے ہے تو اُسکے وجود میں کسی شے کو دخل نہیں ہو سکتا - پس اُسکے اعدام میں بھی جو لازم تغیر ہے دخل نہیں ہو سکتا - علی ہذا القیاس اصلی اوصاف بھی جو لازم ذات ہیں بدون تغیر ذات متغیر نہیں ہو سکتے ❖

واجب کی ہر قوت کمالیہ بالفعل ہوتی ہے یعنی واجب میں مرتبہ استعداد

خاصہ ۷ - فعلیت

کا نہیں ہوتا کیونکہ استعداد کا مرتبہ دیگر شرایط و علل خارجیہ پر موقوف ہوتا ہے - دراصل قوت استعدادی مفعول کی صفت ہوتی ہے

اور اپنے ظہور میں فاعل کی محتاج ہوتی ہے۔ مگر واجب الوجود کا کوئی کمال وجودیہ کسی سے مستفاد نہیں ہوتا۔ بلکہ جملہ کمالات وجودیہ بہ تقاضائے ذات اُس میں موجود ہوتے ہیں۔ ورنہ وہ واجب نہ رہے بلکہ دوسرے کا محتاج ہو پس استعداد خاصہ ممکن کا ہے ❊

فعل واجب ارادی ہوتا ہے نہ طبعی۔ کیونکہ ارادہ صفت کمال ہے اور واجب میں چونکہ تمام کمالات وجودیہ کا بدرجہ اکمل واتم ہونا ضرور ہے اس لئے اُسکے افعال ارادی ہونگے۔ فعل طبعی موجب کمال نہیں ہے اُسمیں اور قسری میں کچھ فرق نہیں ہے۔ مصادر طبعی و قسری ہر دو میں بلا اختیار افعال صادر ہوتے ہیں۔ اور بے اختیاری کی حالت میں خواہ کیسی ہی قوت قدرت موجود ہو ایسی صنایع پُر حکمت عمل میں نہیں آسکتیں جیسی اس عالم مادی میں پائی جاتی ہیں ❊

خاصہ ۸۔ ارادہ

بحث اثبات صانع جل شانہ

دلیل اول۔ ہر مادی شے کے لئے چار علتیں ہونی ضرور ہیں۔ علۃ مادی علۃ صوری۔ علۃ فاعلی اور علۃ غائی۔ ان میں سے علۃ غائی صرف ایسی مادی شے کے لئے ضرور ہے جو فاعل باشعور کیطرف منسوب ہو۔ مصنوعات انسانی مثلاً ایک مٹی کے پیالہ کا دھیان کرو۔ جیسے اُسکو اپنے وجود کے لئے مٹی کی ضرورت ہے ویسے ہی اُسکو اپنی صورت خاصہ کی احتیاج ہے۔ کیونکہ محض مٹی کو کوئی پیالہ نہیں کہہ سکتا۔ تاوقتیکہ اسکو پیالہ کی صورت خاصہ حاصل نہو

پیشتر صورۃ کے لئے اُسکو کسی فاعل کوزہ گر کی بھی احتیاج لابدی ہے۔ علی ہذا القیاس
مصنوعات عالم کو خیال کرو جیسے اُنکو مادہ کی ضرورت ہے ایسا ہی اپنی صورت
خاصہ کی اور بواسطہ صورت صورتگر کی بھی احتیاج ہوگی۔ اب اگر بقول منکرین
صانع مادہ عالم کو ہی علۃ تمام موجودات کی تصور کریں تو گو اُس میں استعداد
بعیدہ کل صور نوعیہ حیوانیہ و نباتیہ و معدنیہ کی موجود ہو۔ اِلّا محض اُس استعداد
بعیدہ سے اُن صور نوعیہ کا دفعۃً یا بتدریج موجود ہونا ایسا امر ہے جسکو ذہن
انسانی کسی طرح تسلیم نہیں کرسکتا۔ استعداد قریبہ ہو یا بعیدہ اُسکا ظہور ہمیشہ
کسی فاعل پر موقوف ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ مادہ عالم یا عناصر بسیط سے جنکو
بوجہ عمومیت سب انواع کی طرف نسبت برابر ہے مختلف انواع مرکبات عنصریہ و
اجرام علویہ پیدا نہیں ہوسکتے تاوقتیکہ کوئی مرجح موجود نہ ہو۔ پس مادہ عالم کو
بالضرور کسی مرجح کی احتیاج ہوگی جسپر اُسکی استعداد صور نوعیہ کا ظہور موقوف
ہوگا۔ مگر یہ احتیاج خلاف خواص واجبیہ ہے جن میں سب سے مقدم خاصہ
یہ ہے کہ وہ موجود اصلی ہو اور اُسکی ذات و صفات کا وجود اپنے تقاضاے ذات
سے ہو نہ بواسطہ غیر (دیکھو خاصہ ا) اس لئے ثابت ہے کہ اجرام علویہ بیشمار
جنمیں سے کسی کو حرکت کسی کو قرار اور ہر ایک کا جُدا جُدا مدار ہے کوئی بے نور
اور کوئی چمکدار ہے محض مادہ عالم سے بلا کسی مرجح کے پیدا ہونے ممکن نہیں ہیں
دلیل دوم۔ یہ امر ثابت ہو چکا ہے کہ موجود اصلی وجود مطلق سے کسی نوع
سے مغایر نہیں ہوتا نہ مفہوماً نہ ذاتاً بلکہ دونوں میں اتحاد حقیقی ہوتا ہے (دیکھو خاصہ ا)
اب دیکھنا چاہئے کہ تمام موجودات عالم میں سے کوئی ایسی شے ہے جس میں

یہ خاصہ پایا جاتا ہو۔ مرکبات کا تو خیال ہی نہیں کرنا چاہئیے کہ اُنکا ممکن ہونا تو متفق علیہ ہے۔ لیکن بسایط عنصریہ پر غور کرو تو معلوم ہوگا کہ اُنکے مفہوم اور وجود مین کچھ اتحاد نہیں ہے بلکہ اُنکی ماہیت کے تصور کرنے کے وقت وجود کا دھیان بھی نہیں آتا اور جس طرح انسان یا دیگر مرکبات کی نسبت یہ خیال بعید نہیں ہے کہ فلان انسان اب نہیں ہے ایسا ہی اُن بسایط عنصریہ یا مادہ عالم کی نسبت بھی ذہن یہ تصور کرسکتا ہے کہ فلان عنصر نہیں ہے یا مادہ عالم موجود نہیں ہے اس سے ظاہر ہے کہ ماہیت شے اَور چیز ہے اور وجود شے اَور چیز۔ اگر ماہیت اشیاء اور وجود اشیاء ایک ہوتا تو کسی حالت مین یہ کہنا جائز نہ ہوتا کہ فلان شے کا وجود نہیں رہا۔ لیکن حال یہ ہے کہ ہم اشیاء کی نسبت کبھی وجود کا ہونا اور کبھی نہ ہونا کہتے ہیں۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وجود ایک علیحدہ شے ہے جو اشیائ یعنی ماہیت اشیاء سے کبھی متعلق ہوتا ہے اور کبھی نہیں۔ لیکن خواص و اجبیہ مین ثابت ہوچکا ہے کہ واجب عین وجود ہوتا ہے اور اسکو کسی قسم کی مغایرت وجود سے نہیں ہوتی۔ پس مادہ عالم یا بسایط عنصریہ جنکا مغایر عین وجود ہونا ثابت ہے کسی طرح واجب قرار نہیں پاسکتے۔

دلیل سوم۔ مصنوعات عالم مین سے انسان سب سے زیادہ عجیب نمونہ قدرت ہے۔ داناؤں نے اُسکی بیشمار عجائب صنایع دریافت کی ہیں اور پھر قصور ادراک کا اعتراف کیا ہے۔ انسان ایک ایسی ہستی ہے جسکی حکومت نہ صرف عناصر بسیط پر محدود ہے بلکہ اجرام علویہ کی تاثیرات پر بھی اُسکا ایک حد خاص تک تصرف ہے۔ مگر باوجود ان تصرفات علمی و عملی کے اس انسان سے جو زمین

آسمان کے قلابے ملاتا ہے روز آفرینش عالم سے لیکر آجتک انتہا نہیں ہو سکا کہ وہ ایک چیونٹی یا مکھی ہی پیدا کردے ۔ پس جب انسان سے جسمیں علاوہ مادہ کے بہت سے کمالات وجودیہ مثلاً علم۔ ارادہ۔ حیات بھی پائے جاتے ہیں پرگس بھی مخلوق نہ ہو سکا تو بے شعور مُردہ مادہ سے عجائبات صنایع عالم کس طرح بن سکتے ہیں ؟

دلیل چہارم۔ خواص واجبیہ میں ہم ثابت کر آئے ہیں کہ موجود اصلی غیر متناہی و غیر محدود ہونا چاہئے (دیکھو خاصہ ۳ و ۴) مگر موجودات عالم میں سے کوئی شے یہ شان نہیں رکھتی بلکہ ہر ایک چیز متناہی و محدود پائی جاتی ہے ۔ زمین۔ پانی ہوا ہر ایک چیز محدود ہے ۔ جب یہ و نیز دیگر اشیاء عالم محدود و متناہی ہیں تو انکا مادہ بھی محدود ہوگا ۔ اجرام علویہ بھی باوجود ہمہ عظمت مقدار متناہی رکھتے ہیں ۔ چنانچہ علماء ہیئت نے آفتاب و ماہتاب و دیگر سیارگان کی مقادیر دریافت کی ہیں ۔ اور اگر آلات رصد میں خاطرخواہ ترقی ہوگی تو امید کہ کواکب کی بھی مقادیر دریافت ہو جاوینگی ۔ غرض موجودات عالم میں کوئی شے ایسی نظر نہیں آتی جو غیر محدود و غیر متناہی ہو مگر موجود اصلی یعنی واجب کا غیر محدود ہونا ضرور ہے اس لئے مادہ یا کوئی شے مادی واجب متصور نہیں ہو سکتی ۔

دلیل پنجم۔ خواص واجبیہ میں یہ قرار پا چکا ہے کہ واجب الوجود کی ذات میں بساطت حقیقی ہونی ضرور ہے (دیکھو خاصہ ۳) مادہ عالم و بسایط عنصریہ میں اجزاء مقادیری کا ہونا دلیل اس بات کی ہے کہ ان میں سے کوئی شے بسیط

نہیں ہے کیونکہ مقدار امتداد ثلثہ کا نام ہے جس سے طول و عرض و عمق مراد ہیں اور ہر دو مقدار کے لئے کوئی ایسی قائم رہنے کی جائے بھی ہونی چاہیے جس میں وہ سمائے۔ اسی کو حیز و مکان کہتے ہیں۔ منکرین صانع نے اچھا واجب الوجود تجویز کیا کہ تاوقتیکہ اُنکی کوئی جگہ آراستہ نہ کیجائے میدان وجود میں تشریف نہ لاویں +

علاوہ ازیں مقدار جسمی کے لئے تناہی ضرور ہے۔ جسم کا غیر متناہی ہونا محال ہے اور مقدار غیر متناہی کا ذہن میں متصور ہونا ہی ممکن نہیں ہے۔ چنانچہ حکماء یونان کے دلایل اس باب میں مشہور ہیں۔ پس ظاہر ہے کہ مادہ عالم یا بسایط عنصریہ میں سے کوئی عنصر واجب الوجود کہلانے کا رتبہ حاصل نہیں کر سکتا۔ اگر کوئی شخص مادہ کے باب میں واسطے رفع احتیاج مکانی کے یہ توجیہ کرے کہ جسم کے واسطے مکان بمنزلہ وصف کے ہے جب جسم موجود ہوگا تو وہ معہ اپنے اوصاف کے موجود ہوگا۔ یہ احتیاج غیر کی طرف نہیں ہے۔ ایسی احتیاج کا تو واجب الوجود مسلمہ جمہور میں بھی ظہور ہے تو جواب اس کا یہ ہے کہ مکان جو ایک فراغ موہوم ہے کوئی تعلق جسم سے مثل تعلق صفت کے نہیں رکھتا اسیواسطے وہ اپنے حیز سے بالقسر جدا ہو سکتا ہے۔ حالانکہ موصوف سے صفت کی علیحدگی متصور نہیں ہے +

دلیل ششم۔ جو اوصاف کمالاتِ وجودیہ سے متفرع ہوتے ہیں اُن سب میں سے استغناء و عدم احتیاج ذاتی یا وصفی یا فعلی واجب الوجود کے لئے ہونی بڑا بھاری ضروری لازمی وصف ہے۔ اس وصف عظیم الشان کا عالم مادی

میں پتہ اور نشان بھی نہیں ہے۔ برخلاف اُسکے طرح طرح کے احتیاج اور لاچاری اس میں موجود ہے۔ چنانچہ احتیاج مکانی تو ابھی دلیل سابقہ میں مذکور ہوئی۔ علاوہ بریں چونکہ عالم مادی میں جملہ حرکات طبعی ہیں جو قسری اور اضطراری کی ایک قسم ہیں اس لئے عالم مادی کے ہر فعل سے احتیاج وبے اختیاری و بیچارگی ظاہر ہوتی ہے۔ علاوہ اسکے ان کی تاثیرات اور نتائج موجودہ پر غور کرنے سے ظاہر ہے کہ جو جو فعل کسی کے متعلق ہے وہ فعل اصل علۃ غائی فعل مذکور کے لئے کافی نہیں تاوقتیکہ کوئی دوسری چیز نہ ایک بلکہ بہت چیزیں اُسکی مددگار نہ ہوں۔ مثلاً آفتاب کے متعلق ثمرات و زروع کی پختگی اور بارش کا برسانا جو تبخیر آفتاب پر موقوف ہے وغیرہ تاثیرات متعلقہ شمس صرف شمس سے ظاہر نہیں ہو سکتیں تاوقتیکہ اُسکو دیگر عناصر کی برابر امداد حاصل نہ ہو۔ اگر عناصر کی آمیزش سے ثمر نہ بنے تو پختگی کا فعل کس چیز پر وارد ہو؟ اگر اجزاء مائیہ وارضیہ وغیرہ ایک اعتدال کے ساتھ جمع نہ ہوتے تو آفتاب سے ثمر و زرع میں پختگی کے بجائے ایسی خشکی پیدا ہو جس سے ثمر فاسد پیدا ہو جائے یا ذوق اُسکا بدل جائے۔ اسی طرح اگر اجزاء مائیہ و ہوائیہ نہوں تو آفتاب کی حرارت کے ذریعے تبخیر ہی نہ ہو سکے۔ غرض کہ عالم مادی میں سے ہر ایک ایسی شے پر جس پر واجب الوجود ہونے کا ظن ہوتا ہے غور کرو اور اُسکے اثر حاصلہ پر دھیان کرو تو معلوم ہو گا کہ اُنہیں سے کوئی بھی بالاستقلال اپنے اثر مطلوبہ کے پیدا کرنے کے لئے کافی نہیں ہے۔ یہ احتیاج نہیں تو اور کیا ہے؟ واجب الوجود ایسے موجود کو کہتے ہیں جو اپنے

کسی فعل میں کسی غیر کا محتاج نہو اور وہ کیونکہ غیر کا محتاج ہو سکتا ہے - جبکہ وہ موجود اصلی ہے یعنی وجود ہیں ہی کسی کا محتاج نہیں ہے تو اُن آثار میں بھی جو بواسطہ وجود ظاہر ہوتے ہیں کسی کی احتیاج نہ ہو گی اور نہ ہونی چاہئے ورنہ دور لازم آئے اس تقریر سے یہ بھی ظاہر ہُوا کہ مادہ میں طرح طرح کی استعداد موجود ہے جسکے ظہور کا مدار بہت سی شرایط پر ہے - مگر یہ ثابت ہو چکا ہے کہ مرتبہ استعداد کا ہونا خلاف شان واجبیہ ہے - پس عالم مادی کی کوئی شے مستحق واجب کہلانے کی نہیں ہے ؛

دلیل ہفتم - ہم دیکھتے ہیں کہ اجرام سماوی وغیرہ کی حرکات کے خاص خاص اندازے مقرر ہیں جن میں کبھی کمی بیشی نہیں ہونے پاتی - علیٰ ہذا القیاس عالم مادی میں عالم نباتات و عالم معدنیات و نیز طبعی افعال حیوانات کے لئے مستحکم و غیر متغیر قانون بندھے ہوئے ہیں جن سے کبھی تجاوز نہیں ہوتا - آفتاب ماہتاب اپنے وقت پر نکلتے اپنے وقت پر غروب ہوتے ہیں - بارشیں ہوتی ہیں طرح طرح کے نباتات - انواع و اقسام کے خوش رنگ طیور و دیگر حیوانات کوئی کریہ الصورت - کوئی خوش آواز - کوئی نغمات جان فزا سنانے والا - کوئی آواز وحشت انگیز سے ڈرانے والا - اشجار میں خوش رنگ خوش مزہ - مختلف الالوان - مختلف ذائقے کے اثمار - چمن میں گلہائے خنداں - رنگا رنگ کی بہار - معدنیات میں کوئی یاقوت و لعل بدخشاں - کوئی زہر جانستاں اپنے اپنے وقت پر ایک انتظام خاص سے پیدا اور فنا ہوتے ہیں - ہم دیکھتے ہیں کہ کارخانہ قدرت کے یہ تمام کام طبعی و بلا ارادہ ہیں - مادہ اشجار کو یہ

طاقت نہیں ہے کہ تمام شرایط نمو موجود ہوں اور اس میں نمو نہ ہونے پائے دریا سے یہ ممکن نہیں کہ وہ اپنی روانی لحظہ بھر کے لئے بند کر دے۔ آفتاب ماہتاب سے یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ دم بھر اپنی رفتار مقررہ بند کر دیں پس کیا یہ خیال میں آسکتا ہے کہ اس تمام کارخانہ قدرت کے لئے جو بلا ارادہ محض طبعی طور چل رہا ہے کوئی واجب الوجود صاحب ارادہ ماوراے اس عالم کے نہیں ہیں ؎

چرخ کوکب یہ سلیقہ ہے ستمگاری میں کوئی معشوق ہے اس پردۂ زنگاری میں

نہیں ہرگز نہیں ہوسکتا۔ ہم خواص واجب میں ثابت کر آئے ہیں کہ واجب کے افعال طبعی و بلا ارادہ نہیں ہوتے بلکہ طبعی و بلا ارادہ ہونا خاصہ ممکنات کا ہے (دیکھو خاصہ ۸) پس مادہ عالم یا بسایط عنصریہ جن کے افعال کا طبعی و بلا ارادہ ہونا ہم علانیہ دیکھ رہے ہیں گو اس عالم کے لئے کتنے ہی محتاج الیہ کیوں نہ ہوں مگر اُن کو کسی طرح رتبہ واجب الوجود کا حاصل نہیں ہوسکتا

دلیل ہشتم۔ دلیل سابق و ابحاث گزشتہ سے ظاہر ہے کہ کسی شے میں تغیر کا ہونا یا استعداد تغیر کا پایا جانا دلیل اس امر کی ہے کہ وہ شے قدیم نہیں یا یہ کہ وہ واجب الوجود نہیں (دیکھو خاصہ ۶) اب عناصر یا مرکبات مادی پر غور کرو کہ اُن میں کیا کیا کیمیائی امتزاج اور استحالہ اور تغیر واقع ہوتا ہے۔ باوجود اس استحالہ اور تغیر ذاتی کے یہ کہنا کہ مادہ بلا تغیر رہتا ہے اور صرف صورت میں تغیر واقع ہوتا ہے محض بے عقلی ہے درصورت تسلیم بقاء مادہ یہ تسلیم نہیں ہوسکتا کہ وہ بلا تغیر رہتا ہے۔ تغیر کا محل وہ ہی ہے۔ اُسمیں استعداد تغیر ذاتی

پڑیگی - اجرام علویہ کی نسبت بادی النظر میں عدم تغیر کا خیال ہو سکتا ہے -
اور اسی خیال کی بناء پر زمانہ قدیم میں کواکب پرستی شروع ہوئی ہوگی -
لیکن جب اجرام علویہ جسمیتہ و مقداریتہ و قدامت میں عناصر کے شریک
ہیں تو اُن میں عدم تغیر ماننا ترجیح بلا مرجح ہے - چنانچہ محققین زمانہ حال
نے دریافت کیا ہے کہ بعض سیارگان ابتداءً مثل کرہ زمین آباد تھے اور اب
وہ بسبب واقع ہونے طرح طرح کے انقلابات کے غیر آباد ہو گئے ہیں اور اب
وہ اس قابل نہیں رہے کہ اُن میں کوئی جاندار رہ سکے - پس اُن میں
بھی تغیرات کا ہونا بخوبی ثابت ہے - پس جب کُل افراد اصول عالم میں
تغیر یا قابلیت تغیر کا ہونا ثابت ہے تو اُنکو واجب الوجود اور قدیمی ازلی ابدی
کہنا کس طرح درست ہو سکتا ہے ؟
اس تقریر سے ظاہر ہے کہ جس طرح واجب کا قدیم و ناقابل تغیر ہونا ضرور
ہے اُسی طرح ممکن کا حادث اور غیر ازلی ہونا ضرور ہے - البتہ ممکن کا غیر ابدی
ہونا کچھ ضرور نہیں - کیونکہ جب تک علت قائم رہیگی ممکن بھی موجود رہیگا -
اگر علتہ ابدی ہوگی تو وہ ممکن بھی ابدی ہوگا - الاقدیم※ و ازلی کسی طرح نہیں ہو سکتا

※ یہاں ایک اعتراض ہو سکتا ہے جسکی تقریر معہ جواب درج ذیل ہے -
اعتراض - جس طرح علت کے ابدی ہونے سے ممکن ابدی ہو سکتا ہے اسی طرح
ظاہر ہے کہ علت کے ازلی و قدیم ہونے سے ممکن کو بھی ازلی و قدیم تسلیم کرنا پڑیگا - اور
یہ مسلم ہے کہ واجب الوجود جو علت اصلی تمام موجودات کی ہے قدیم و ازلی ہے پس
اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اُس علت کا معلول بھی یعنی ممکن بھی قدیم و ازلی ہی ہوگا -

دلیل نہم۔ خواص واجب الوجود میں ثابت ہو چکا ہے کہ واجب الوجود میں تمام کمالات وجودی مثلاً حیوۃ۔ علم۔ شعور۔ ارادہ۔ قدرت اور دیگر اوصاف جو اُن سے ترکیبی حالت میں یا بطور نتائج و لوازمات کے حاصل ہوتے ہیں سب کے سب بوجہ ذاتی ہونے کے بہ نسبت صفاتِ ممکنات اعلےٰ

جواب یہ ثابت ہو چکا ہے کہ ذات واجب مستجمع صفات کمالیہ ہوتی ہے۔ پس واجب میں صفت ارادہ واختیار کی جو منجملہ صفات کمالیہ ہیں تسلیم کرنی ضرور ہے چنانچہ خاصہ ۲ و ۷ میں بھی اسکا بیان گذرا ہے۔ پس واجب سے جو شے بالارادہ و بالاختیار صادر ہوگی وہ قدیم نہیں ہو سکتی بلکہ وہ بے شبہ حادث ہوگی۔ اختیاری صدور کے یہ ہی معنی ہیں کہ وہ شے ایک وقت میں ایسی حالت میں ہو جس پر عدم و وجود دونو بدرجہ مساوی تجویز ہو سکتے ہوں ان دونو میں سے وجود کا تجویز کرنا وجود کا اختیار کرنا ہوگا۔ پس تقاضائے ارادہ فاعل سے جو امر صادر ہوگا وہ بالضرور امر حادث ہی ہوگا خود فعل ارادی ہی حادث ہوتا ہے اس لئے وہ شے جو اُسکے واسطہ سے مخلوق ہوگی بالبداہت حادث ہوگی +

اس تقریر پر ایک شبہ ہو سکتا ہے جسکو معہ جواب بیان کرنا ضرور ہے۔

شبہ۔ واجب الوجود کی صفت ارادہ بھی مثل دیگر صفات کے قدیمی ہے۔ اور واجب سوا اپنی صفت ارادہ علت تامہ اپنے معلول کا ہوتا ہے تو چاہئے کہ مرادات (جن اشیاء سے ارادہ متعلق ہے) یعنی مخلوقات بھی قدیم ہوں کیونکہ کیا وجہ ہے کہ کسی وقت خاص میں علۃ تامہ موجود ہو اور اُسکا معلول موجود نہ ہو ؟

جواب۔ اولاً اس تقریر پر یہ معارضہ لازم آتا ہے کہ انسان کے ارادی صنایع بھی

درجہ کے ہونگے - چونکہ ممکنات کا وجود مستفاد و مستعار وجود اصلی سے ہے اسلئے ممکنات میں کمالات لوازم وجود بھی بوجہ فرع ہونے کے بہ نسبت واجب الوجود کے کمتر درجہ میں ظہور پذیر ہونگے - اب مقام غور و عبرت ہے کہ مادہ عالم یا عناصر وغیرہ میں بعض کمالات وجودیہ کا اعلیٰ درجہ پر ہونا تو درکنار اُنکا بالکل نابود

اُسی وقت سے موجود ہوں جب سے انسان مع اپنی صفت ارادہ کے موجود ہے یا یوں کہو کہ اگر قوت ارادی انسان کو ہر وقت لازم رہتی ہے تو چاہئے کہ صنایع ارادیہ بھی ہر وقت لازم انسان ہوں - حالانکہ یہ بالبداہتہ غلط ہے - انسان کبھی کچھ ارادہ کرتا ہے کبھی کچھ - اُس سے کبھی کوئی صنعت ظاہر ہوتی ہے - کبھی کوئی - باوجود اس امر کے کہ کسی صنعت خاص کا سب سامان داخلی و خارجی انسان کے پاس مہیا ہوتا ہے - مگر وہ اپنے اختیار سے اُسکے ایجاد سے باز رہتا ہے - ایسا کام کرسکتا ہے مگر نہیں کرتا - اس سے معلوم ہوا کہ صفت ارادہ کے ہونے سے واجب میں ہو یا ممکن میں صفت ارادہ کے وقت مُراد (شئے ارادہ شدہ) کا ہونا لازم نہیں ہے +

ثانیاً جواب تحقیقی یہ ہے کہ افعال ارادیہ انسانی ہوں یا واجبیہ جن جن مبادی مناسبہ سے صادر ہوتے ہیں اُن مبادی کے لئے لازم نہیں ہوتے بلکہ اُنکا صدور اُسوقت ہوتا ہے جب ارادہ کا تعلق کسی صفت خاص کی ساتھ ہوتا ہے - یعنی محض صفت کا وجود یا محض عام قوت ارادی کا وجود علت صدور افعال نہیں ہوتی بلکہ اُس صفت و ارادہ کا تعلق باہمی علتہ صدور فعل ہوتا ہے - عام قوت ارادی کسی فعل خاص کی مصدر نہیں ہوتی مثلاً جس طرح عدالت - سخاوت - شجاعت وغیرہ صفات سے افعال مناسب صادر ہوتے ہیں اس صفت سے کوئی فعل خاص متعلق نہیں ہے - بلکہ

ہونا یا قریب نیست نابود کے ہونا ظاہر ہے - مادہ و عناصر بسیط میں علم و ارادہ و اختیار کا ہونا آجتک کسی عاقل نے نہیں مانا - بلکہ جملہ افعال جو

قوت ارادی جمیع صفات کو حرکت دینے والی اور اُن سے افعال مناسب صادر کرانے والی ہے - قوۃ ارادی کی مثال کارخانہ کے انجن کی سی ہے جو سب کلوں کو چلاتا اور ہر ایک سے خاص خاص کام لیتا ہے اور اُسکا اپنا کوئی اَور خاص کام بجز اس حرکت دینے کے نہیں ہے - اسی طرح ارادہ بھی باعث حرکت جمیع صفات کا ہوتا ہے - گویا حرکت ارادی سے جو افعال ارادیہ کے لئے ضرور ہوتی ہے اصلی موصوف وہی صفت ارادی ہوگی - اسیواسطے محققین نے لکھا ہے کہ زمانہ کی حقیقت جو ایک ممکنات سے ہے دراصل صفت ارادیہ واجب تعالیٰ سے مستفاد ہے - حدیث شریف میں بھی انا الدہر آیا ہے - غرضکہ علت مخلوق کی تعلق ارادہ ہوتا ہے اُس صفت کی طرف جس سے فعل صادر ہوتا ہے - بعد تعلق مذکور کے فعل مناسب صادر ہوتا ہے جو بالبداہت حادث ہوتا ہے - اس لئے مخلوق بھی حادث ہوگی کیونکہ وہ اثر اُسی فعل کا ہوتا ہے - باقی رہی یہ بات کہ اُس تعلق ارادہ کے لئے جو حادث ہے کیا علۃ ہوگی - یہ استفسار تشقیقات عقلیہ سے ہے - کیونکہ ارادہ واجب کا تعلق آخری و منتہائے علل ہونا چاہئے - پس وہ ارادہ اپنے لئے آپ علت ہے - جیسے ہیولیٰ کے لئے کوئی اَور ہیولیٰ اور وجود کے لئے کوئی اَور وجود علۃ نہیں اسی طرح تحریک صفات کے لئے آخری علۃ محرکہ تعلق ارادہ واجبیہ ہونا چاہئے مثلاً خلق زمین کے واسطے جو ایک وقت خاص میں ارادہ کا تعلق ہوا - ایک خاص ارادہ ہوگا جو اُس وقت میں ظاہر ہوگا اب یہ استفسار کہ وہ ارادہ اُسیوقت کیوں ہوا پس و پیش کیوں نہ ہوا - اسکا سبب مرجح سوا اسکے اَور کیا کہا جائیگا کہ اُسکا

اُن سے صادر ہوتے ہیں وہ بے شعوری و بے اختیاری سے صادر ہوتے
ہیں انسان ایسی مخلوق ہے جس میں شعور و ارادہ بھی ہے مگر اُس کے
بعض قوی طبعیہ میں بھی شعور و علم بالکل مفقود ہے۔ ماں کے پیٹ میں

ارادہ یہی ہوا کہ زمین اُسی وقت ہو فعل ارادی انسانی کے لئے تو دیگر ترجیحات مثلاً ضرورت
حکمت وغیرہ ہو سکتی ہیں مگر تعلق ارادہ واجبیہ کے لئے خاص وہ ہی ارادہ علت
ہوگا نہ کوئی اور مرجح۔ اگر یہ کہا جائے کہ واجب کا ارادہ قدیمی کہ فلان شے فلان وقت
میں خلق ہوگی اور فلان شے فلان وقت میں۔ موجب ترجیح تعلق ارادہ کا ہوتا ہے تو
اسکا یہ جواب ہے کہ اول تو یہ کارروائی علم کی ہے اور علم واجب کا چونکہ حضوری ہے
اس لئے اضطراری ہوگا نہ ارادی۔ ورنہ بوجہ تعلق ارادہ کے اُس علم کا حدوث لازم
آئے۔ علاوہ ازیں پھر یہ استفسار ہوگا کہ وہ ارادہ قدیمی اس خاص صورت سے کیوں
متعلق ہوا۔ اگر اُسکی ترجیح بیان کیجائے کہ اُس خاص شے کے لئے بھی حکمت مقتضی تھی
کہ فلان وقت میں فلان صورت سے ہو تو یہ کہا جائیگا کہ اُس خاص شے کے ایسے
ہونے اور اُسکو ایسا کرنے کا کیا سبب ہوا۔ ارادہ عام تو اسکا سبب ہو ہی نہیں سکتا
کیونکہ اُسکو کسی خاص زمانہ اور خصوصیت سے تعلق نہیں ہے۔ آخر یہ ہی کہا جائیگا
کہ ارادہ خاص جو اُسکے متعلق ہے وہ ہی سبب اُسکی خصوصیت کا ہے اور اُس ارادہ
خاص کا سبب وہ آپ ہی اپنے لئے ہے۔ ارادہ واجب کو بنفسہ ایک امر مستقل و
قائم و ثابت ہے مگر وہ صفت ذو شیون ہے اور شان خاص اُسکی جو اُسکو فی نفسہ
لازم ہوتی ہے خاص تعلق کا باعث بنیگی گویا ایک شان تجدد ہوگی۔ کُلَّ یَوْمٍ هُوَ
فِیْ شَان میں بھی اسی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے۔ اس تجدد و ثبوت کی مثال

بچہ لڑکا یا لڑکی بنتا ہے مگر ماں کو کچھ خبر نہیں کہ نقاش قدرت نے کیسی صنعتگری کی ہے۔ معدہ میں غذا ہضم ہوتی ہے۔ مگر اُسکا ادراک معدہ کو یا معدہ کے ذریعہ سے انسان کو کچھ نہیں ہوتا اب مقام غور و عبرت ہے کہ ہم میں صفات کمال علم۔ شعور۔ ارادہ موجود ہوں اور اُس چیز میں جسکو منکرین صانع کے نزدیک کل عالم کا خالق سمجھا جاتا ہے یہ صفات نیست و نابود ہوں۔ کیا یہ عقل میں آسکتا ہے کہ کوئی شخص دوسروں کو ایسی شے

اس طرح سمجھنی چاہئے جیسے زمانہ کی نسبت کہا جاتا ہے کہ اُس میں تجدد ماضی و حال و استقبال کا زمانیات کے اعتبار سے پیدا ہوتا ہے ورنہ وہ ایک امر ستمر ہے۔ اِسی واسطے ایک ہی زمانہ کسی کے اعتبار سے ماضی کسی کی اعتبار سے استقبال ہو سکتا ہے۔ اور مثال اس امر کی کہ ایک شے آپ اپنے لئے ایک صفت کے ثبوت کی باعث ہو۔ یہ خیال کرنا چاہیئے کہ مثلاً زید کا علم اُسکی صورت حاصلہ سے حاصل ہوتا ہے کہ وہ صورت علمیہ ہوکر اُس کے علم کا ذریعہ ہوتی ہے مگر اُس صورت علمیہ کا علم خود اُسی صورت علمیہ سے ہوتا ہے۔ یا یوں سمجھو کہ نفس کا علم نفس کو اپنے ہی واسطے ہوتا ہے۔ عالم معلوم متحد ہیں۔ یا مثلاً وجود کو موجودیت کی صفت خود وجود ہی کی سبب ہوگی۔ نہ کسی اَور غیر کے واسطہ سے۔ علیٰ ہذا القیاس قوت ارادیہ اپنے غیر میں بھی متصرف ہوتی ہے اور خود اپنی ذات میں بھی آپ ہی متصرف ہوتی ہے۔ چونکہ ارادہ کی صفت میں کوئی اَور متصرف نہیں ہوتا اِسی واسطے اہل اسلام کا یہی عقیدہ ہے کہ افعال واجب معلل باغراض نہیں ہوتے۔ لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَ هُمْ یُسْئَلُوْنَ اَلْاٰیَۃ۔

عطا کرے جسکا خود اُسکی ذات میں نام نشان نہیں ہے۔ کیا منکرین صانع جنھوں نے جہان بھر کے علوم چھان ڈالے ہیں اور جو بڑے حکیم و فلسفی ہونے کے مدعی ہیں برخلاف حقیقت واقعی اس بات کے قایل ہوسکتے ہیں کہ اصول عالم مادی میں علم۔ شعور۔ ارادہ پایا جاتا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ لیکن اگر ان میں یہ صفات نہیں ہیں تو وائے اُن تباہ کاروں پر جو سمجھتے ہیں کہ کوئی واجب الوجود ماورائے عالم کے نہیں ہے بلکہ مادہ اور اُسکی تاثیرات طبعی سے تمام کارخانہ دنیا کا چل رہا ہے۔ کیا یہ عقیدہ جس کے روسے بے شعور اور بے جان مادہ کو اپنا خالق سمجھا جاتا ہے بُت پرستی نہیں ہے؟ کیا فرق ہے اس عقیدہ میں اور پتھروں کے آگے سر جھکانے میں اور اُن بیہودہ پتھروں کو اپنا خالق و مالک اور نفع نقصان پر قادر سمجھنے میں۔ مقام عبرت ہے کہ جن لوگوں نے اپنے دلایل کے گھمنڈ میں واجب تعالیٰ کے وجود سے انکار کیا اُنکی عقل آخر اُن کو بدترین عقاید کا معتقد بنوا کر رہی ؎

عزیزے کہ از در گہش سر بتافت بہر در کہ شد ہیچ عزت نیافت۔

گذشتہ دلایل سے بخوبی واضح ہوا کہ عالم مادی کی کسی شے میں کل اوصاف واجبیہ بلکہ اُن میں سے ایک صفت بھی کامل طور پر نہیں پائی جاتی۔ پس عالم مادی میں واجب الوجود کا پتہ ڈھونڈنا سراسر نادانی و جہالت ہے۔ مگر آغاز رسالہ میں ہم ثابت کر آئے ہیں کہ موجودات میں سے جب کوئی موجود تسلیم کیا جائیگا تو واجب الوجود کا تسلیم کرنا امر لابدی ہوگا۔ پس ان تمام دلایل سے یہ دو نتایج حاصل ہوئے:۔

۱- واجب الوجود کا تسلیم کرنا ضرور ہے۔
۲- عالم مادی کی کسی شے میں خواص واجبیہ نہیں پائے جاتے۔
ان ہر دو مقدمات سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ عالم مادی میں کوئی شے واجب الوجود قرار نہیں پا سکتی۔ مگر چونکہ واجب الوجود کا تسلیم کرنا ضرور ہے اس لئے چار ناچار ماننا پڑیگا کہ واجب الوجود ماوراے اس عالم مادی کے ہے۔ اور کل کائنات کا وجود اسی کے وجود حقیقی کا پرتو ہے۔ وہ ہی اصلی موجود اور ہمارا معبود و مسجود ہے۔ اسکی ذات ازلی وابدی ہے۔ نہ وہ جسم صورتدار ہے نہ جو ہر محدود۔ زمان ومکان اسکو احاطہ نہیں کر سکتے بلکہ اس کا وجود غیر متناہی خود زمان ومکان کو محیط ہے۔ اس میں تمام کمالات وجودیہ حیوۃ۔ علم۔ ارادہ قدرت۔ حکمت وغیرہ بدرجہ اعلیٰ واتم واکمل موجود ہیں۔ وہ وحدہ لاشریک مالک الملک والملکوت ہے۔ سبحانک ما اعظم شانک تو ہی خلاق علیم ہے تو ہی بڑا زبردست دانا حکیم ہے۔ یہ جہان تیری قدرت غیر متناہی ازلی ابدی کا ایک نمونہ ہے ورنہ تیری قدرت ہے کہ ایسے ایسے بیشمار جہان ایک دم میں عدم سے وجود میں لائے تو ان سب تعریفوں کا جو تیرے لئے آجتک مخلوق نے کیں جن سے کتب لبریز اور زبانیں شکر ریز ہیں لایق و سزاوار ہے۔ تیری ہستی کا ہندو مسلمان یہودی۔ نصرانی سب کو دل سے فطری اور طبعی اقرار ہے ؎

جس دل میں نہیں سوز محبت تیری پیدا پس آتش سوزاں ہی اسے کھاے تو اچھا
سرمایہ حیات ازلی ذات ہے تیری منکر جو تیرا ہووے وہ مرجاے تو اچھا

اس مختصر تحریر کو اپنے خالق پروردگار کی حمد وثنا پر ختم کرتا ہوں ۔

اشعار حمد پروردگار

اے از تو زمین و آسمانہا	اے از تو نمود این و آنہا
عالم ہمہ آفریدۂ تست	بیرون ز عدم کشیدۂ تست
از تیرہ شبے کشیدہ روزے	ہر روز چہ روز دل فروزے
افروخت چہ شب چراغ ماہے	شد نور فشان شب سیاہے
یک داشت چراغ درمیانہ	آں رونق صد ہزار خانہ
زاں آب کہ خوارئیش ہویدا	آرے بُتِ دلفریب پیدا
زیبا خط و خال مے طرازی	قربانِ توام چہ کارسازی
خوں شیر کنی و شیر خونی	در صنع تو بیچگون و چونی
از خشک خس و زبون خارے	آری گُلِ تازہ آبدارے
از یادِ تو خواست شور ہر جا	در صومعہ و دیر از تو غوغا

تمت بالخیر

المنقذ من الضلال للامام الغزالی

راقم نے اس کتاب کا جو امام صاحب کے خیالات و تحقیق مذہب
کی دلچسپ مسلسل تاریخ اور قریب ۵۰۰ھ ہجری کی تصنیف
ہے۔ اردو زبان میں ترجمہ کیا ہے۔ اور نیز جا بجا حواشی
بطور ریویو ایزاد کئے ہیں جن میں امام صاحب کے اقوال کو
موجودہ حالت اہل اسلام پر منطبق کیا ہے۔ اور بعض
مسائل اہم پر بحث کی ہے۔ قیمت معہ محصول ۱عہ

المشتہر

سید ممتاز علی

مترجم چیف کورٹ پنجاب لاہور